5543/34

دار الافتاء

سوال 1: آج کل یہ بات اکثر عالم دین (فارغ التحصیل) ہونے کے بعد عملیات سیکھتے ہیں۔ اس کے بعد بیمار لوگوں (جادو۔ ٹونے۔ اثرات وغیرہ) سے علاج کے بعد اُن سے منہ مانگی فیس وصول کرتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ مریض کی حیثیت کا اندازہ کرتے ہوئے من چاہی فیس وصول کرتے ہیں اور اُن کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہیں

مثلاً ایک تعویذ کی فیس پانچ ہزار ہے اگر اس تعویذ سے فرق نہیں پڑا تو مزید تعویذوں کی فیس وصول کر لیتے ہیں

اس ضمن میں ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس عمل کی کیا شرعی حیثیت ہے

جبکہ انسان دنیا کے ڈاکٹروں سے مایوس ہونے کے بعد عالم دین کے پاس جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے اُن سے بھاری فیس وصول کرتے ہیں تو کیا ایسے عالم کی عزت کرنی چاہیے اور کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جب اُن سے پوچھا جائے کہ آپ اتنی فیس کیوں لیتے ہیں تو جناب فرماتے ہیں کہ جیسے آپ ڈاکٹروں کو فیس دیتے ہیں اسی طرح ہم بھی اپنی محنت کی فیس وصول کرتے ہیں

کیا یہ سب جائز عمل ہے

Scanned by CamScanner

سوال: کیا کسی ایک جامع مسجد میں ایک سے زائد نماز جمعہ ہو سکتا ہے؟

اکثر سرکاری اداروں میں دیکھا گیا ہے کہ مسجد تو ایک ہے لیکن ایسی مسجد میں دیوبند مسلک اپنی الگ جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔ بریلوی مسلک الگ اور شیعہ مسلک الگ۔

سوال: کیا سنی لڑکی، شیعہ لڑکے سے شادی کر سکتی ہے؟

المستفتی: عبد الصمد
لیبر اسکوائر لانڈھی کراچی نمبر 36
فون نمبر: 0331-2144697

دار الافتاء
نمبر ۱۳۰۷/۶۷

(جواب منسلکہ اوراق پر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا ومصلیاً

(۱)... تعویذ اور عملیات کا طریقہ جاننے والا اگر طے کر کے اس پر اجرت لے، تو یہ اجرت لینا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ واقعتاً عملیات کا طریقہ جانتا ہو، دھوکہ نہ دیتا ہو، اور نہ ہی خلافِ شرع تعویذ کرے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک صحابی کا عمل رقیہ پر اجرت لینے کا ذکر احادیث طیبہ میں ملتا ہے، جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا۔ کیونکہ یہ علاج کے قبیل سے ہے، اور علاج پر اجرت لینا جائز ہے۔

(مأخذہ التبویب۔۶۱/۳۸۱)

تاہم لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ان سے اپنی محنت اور عمل کا زیادہ معاوضہ لینا انسانی ہمدردی اور اخلاق اور رواداری کے خلاف ہے۔ لہذا صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ عالم دین تعویذ اور عملیات کا طریقہ کار جانتا ہو، تب تو اسکی عزت کرنا بھی ضروری ہے۔ نیز اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی درست ہے۔ لیکن اگر مذکور عالم دین تعویذ اور عملیات کے طریقہ کار سے واقف نہ ہو، اور محض لوگوں کو دھوکہ دے کر ان سے بھاری فیسیں وصول کرتا ہو، تو ایسا شخص دھوکہ دہی کے ر تکب ہونے کی وجہ سے فاسق ہے۔ لہذا جانتے ہوئے بغیر کسی مجبوری کے ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے۔ اور پھر شخص کور کی عزت کرنا بھی لازم اور ضروری نہیں۔

صحيح البخاري – (باب الرقى بفاتحة الكتاب)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن ناسا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أتوا على حي من أحياء العرب فلم يقروهم فبينما هم كذلك إذ لدغ سيد أولئك فقالوا هل معكم من دواء أو راق فقالوا إنكم لم تقرونا ولا نفعل حتى تجعلوا لنا جعلا فجعلوا لهم قطيعا من الشاء فجعل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ويتفل فبرأ فأتوا بالشاء فقالوا لا نأخذه حتى نسأل النبي صلى الله عليه وسلم فسألوه فضحك وقال وما أدراك أنها رقية خذوها واضربوا لي بسهم

سنن الدارقطني – (ج ٣ / ص ٦٤)

عن أبي سعيد الخدري أن ناسا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم : أتوا حيا من العرب فلم يقروهم فبيناهم كذلك إذ لدغ سيد أولائك فقالوا أفيكم دواء أو راق فقالوا إنكم لم تقرونا فلا نفعل أو تجعلوا لنا جعلا فجعلوا لهم قطيعا من شاء فجعل يقرا بأم القرآن ويجمع بزاقه ويتفل فبرأ الرجل فأتوهم بالشاء فقالوا لا نأخذها حتى نسأل عنها رسول الله صلى الله عليه و سلم فسألوا النبي صلى الله عليه و سلم عن ذلك فضحك وقال وما يدريك أنه رقية خذوها وأضربوا لي فيها بسهم

(جاری ہے)..

دار الافتاء

صحيح مسلم – (باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك)

- حدثني أبو الطاهر أخبرنا ابن وهب أخبرني معاوية بن صالح عن عبد الرحمن بن جبير عن أبيه عن عوف بن مالك الأشجعي قال

كنا نرقي في الجاهلية فقلنا يا رسول الله كيف ترى في ذلك فقال اعرضوا على رقاكم لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك

رد المحتار – (ج ۶ / ص۵۷)

لأن المتقدمين المانعين الاستئجار مطلقا جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي ؛ لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي .

تنقيح الفتاوى الحامدية – (كتاب الإجارة)

وأما حديث { الرهط الذين رقوا لديغا بالفاتحة وأخذوا جعلا فسألوا النبي صلى الله عليه وسلم فقال أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله } فمعناه إذا رقيتم به كما نقله العيني في شرح البخاري عن بعض أصحابنا وقال إن الرقية بالقرآن ليست بقربة أي ؛ لأن المقصود بها الاستشفاء دون الثواب

حاشية ابن عابدين – (ج ٦ / ص ٣٦٣)

ولا بأس بالمعاذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالى ويقال رقاه الراقي رقيا ورقية إذا عوذه ونفث في عوذته قالوا وإنما تكره العوذة إذا كانت لغير لسان العرب ولا يدري ما هو ولعله يدخله سحر أو كفر أو غير ذلك وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به اه

(۲)...ایک ہی جامع مسجد میں دوبار جمعہ پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ شریعت نے ضرورت کی وجہ سے ایک ہی شہر میں متعدد جگہ جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہے۔ نیز بلا ضرورت کے بھی شہر میں مختلف مقامات پر جمعہ کی ادائیگی درست ہے، اور اس ادائیگی کی لئے مسجد کا ہونا بھی ضروری نہیں۔لہذا صورتِ مسئولہ میں اگر ایک مسلک والے دوسرے مسلک والوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو ان کو چاہئے کہ وہ اپنے مسلک والوں کے پیچھے یا جہاں وہ چاہے نمازِ جمعہ ادا کرلیں۔اور اگر یہ صورت ممکن نہ ہو، تو پھر ایک جگہ کو متعین کر کے وہاں پر نمازِ جمعہ ادا کرنے کا اہتمام کرلیں، جہاں پر دوسرے لوگوں کو بھی نمازِ جمعہ کی ادائیگی کی اجازت ہو، لیکن ایک ہی جامع مسجد میں تکرارِ جمعہ سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

البتہ سرکاری اداروں میں اگر وقف مسجد نہ ہو، بلکہ عارضی مسجد (مصلّی) ہو، یعنی نماز پڑھنے کے لئے عارضی طور پر انتظام کیا گیا ہو، وہاں مقتدی آکر اپنی آسانی کی وجہ سے ایک سے زائد جماعتیں کرلیں تو اس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ایک سے زائد جماعت کرانے سے مسلمانوں میں افتراق وانتشار مقصود نہ ہو، اور اس سے فتنہ بھی نہ پھیلتا ہو، البتہ مصلّی میں بھی ایک ہی جماعت میں سب حضرات کا شریک ہونا زیادہ بہتر اور احتیاط کے مطابق ہے۔

(جاری ہے)...

243

Scanned by CamScanner

بدائع الصنائع – (ج ٢ / ص ١١٢)

وروي عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة صلوا في المسجد فرادى ؛ ولأن التكرار يؤدي إلى تقليل الجماعة ؛ لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة فيستعجلون فتكثر الجماعة ، وإذا علموا أنها لا تفوتهم يتأخرون فتقل الجماعة ، وتقليل الجماعة مكروه ، بخلاف المساجد التي على قوارع الطرق ؛ لأنها ليست لها أهل معروفون ، فأداء الجماعة فيها مرة بعد أخرى لا يؤدي إلى تقليل الجماعات ، وبخلاف ما إذا صلى فيه غير أهله ؛ لأنه لا يؤدي إلى تقليل الجماعة ؛

الدر المختار – (ج ١ / ص ٥٥٢)

ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن

رد المحتار – (ج ٤ / ص ٢١٨)

يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة ، إلا إذا صلى بهما فيه أولا غير أهله ، لو أهله لكن بمخافتة الأذان ، ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعا ؛ كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجا فوجا ، فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة على حدة كما في أمالي قاضي خان اهـ ونحوه في الدرر ، والمراد بمسجد المحلة ما له إمام وجماعة معلومون كما في الدرر وغيرها

المبسوط للسرخسي – (ج ١ / ص ٢٤٧)

ولنا: أنا أمرنا بتكثير الجماعة وفي تكرار الجماعة في مسجد واحد تقليلها لأن الناس إذا عرفوا أنهم تفوتهم الجماعة يعجلون للحضور فتكثر الجماعة وإذا علموا أنه لا تفوتهم يؤخرون فيؤدى إلى تقليل الجماعات وبهذا فارق المسجد الذي على قارعة الطريق لأنه ليس له قوم معلومون فكل من حضر يصلي فيه فإعادة الجماعة فيه مرة بعد مرة لا تؤدي إلى تقليل الجماعات

الفتاوى الهندية – (ج ١ / ص ٨٣)

المسجد إذا كان له إمام معلوم وجماعة معلومة في محله فصلى أهله فيه بالجماعة لا يباح تكرارها فيه بأذان ثان أما إذا صلوا بغير أذان يباح إجماعا وكذا في مسجد قارعة الطريق كذا في شرح المجمع للمصنف

الدر المختار – (ج ٢ / ص ١٤٤)

(وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا على المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعيني----

.................(جاری ہے)

دار الإفتاء

(۳)...اگر شیعہ لڑکا ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (نعوذ باللہ) معبود مانتا ہو، یا قرآن کریم میں تحریف کا قائل ہو، یا قرآن کریم میں مذکور صحبتِ صدیق کا منکر ہو، یا حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت کو صحیح مانتا ہو، یا یہ عقیدہ رکھتا ہو، کہ حضرتِ جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی ہوئی ہے، یا کوئی اور واضح کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، تو اس کے ساتھ کسی سنّی لڑکی کا نکاح ہرگز جائز نہیں، اگر نکاح کر دیا گیا تو شرعاً منعقد نہ ہوگا، اور اگر مذکورہ بالا عقائد میں سے کسی عقیدے کا قائل نہ ہو، لیکن وہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے افضل سمجھتا ہو، یا صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہتا ہو، تو کافر نہیں ہے، البتہ فاسق اور گمراہ بہرحال ہے، اور اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے، ایسی صورت میں وہ کسی سنّی صحیح العقیدہ مسلمان لڑکی کا کفو (ہم پلہ) نہیں ہوگا، لیکن اگر لڑکی کی رضامندی سے اس کے اولیاء یہ نکاح کرائیں، تو اگرچہ یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، مگر ایسے شیعہ سے نکاح کرنا مصلحت اور غیرتِ ایمانی کے خلاف ہے، نیز تجربہ شاہد ہے، کہ ایسا نکاح دین کیلئے خطرہ ہوتا ہے، اور عام طور پر دنیاوی لحاظ سے بھی کامیاب نہیں ہوتا، نیز اسمیں دیگر مفاسد کے ساتھ ساتھ آئندہ اولاد کے عقائد بگڑنے اور مسخ ہونے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے، اس لئے بہر حال اس نکاح سے بچنا چاہئے، (ماخذہ التبویب ۔۱۲۰۲/۴۷، ۱۲۷۷/۵)

حاشية ابن عابدين – (ج ٤ / ص ٢٣٧)

لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن

حاشية ابن عابدين – (ج ٣ / ص ٤٦)

أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر

الفتاوى الهندية – (ج ٢ / ص ٢٦٤)

الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وإن كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على أبي بكر رضي الله تعالى عنه لا يكون كافرا إلا أنه مبتدع

الفتاوى الهندية – (ج ١ / ص ٢٨٢)

ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي كذا في السراج الوهاج

البحر الرائق – (ج ٨ / ص ٨٠)

(قوله نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي) ----لكن للولي الاعتراض في غير الكفء وما روي عنهما بخلافه فقد صح رجوعهما إليه وروى الحسن عن

....(جاری ہے)

الإمام أنه إن كان الزوج كفوا نفذ نكاحها وإلا فلم ينعقد أصلا وفي المعراج معزيا إلى قاضي خان وغيره والمختار للفتوى في زماننا رواية الحسن

الدر المختار – (ج ٣ / ص ٨٨)

(و) تعتبر في العرب والعجم (ديانة) اي تقوى فليس فاسق كفوا لصالحة أو فاسقة بنت صالح معلنا كان أولا   واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ فؤاد علی عفی عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲/ذی قعدہ/۱۴۳۱ھ

۱۱/اکتوبر/۲۰۱۰ء

الجواب صحیح

بندہ محمود اشرف عفی اللہ عنہ

۲/۱۱/۱۴۳۱ھ

مفتی

الجواب صحیح

اصغر علی ربانی

۲ ذی القعدہ ۱۴۳۱ھ

دار الافتاء

فتوی نمبر ۶۷/۱۳۰۷

مورخہ ۲/۱۱/۱۴۳۱ھ

۱۳/۱۰/۲۰۱۰

الجواب صحیح

محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

۲/۱۱/۱۴۳۱ھ

۱۱/۱۰/۲۰۱۰ء

الجواب صحیح

۲/۱۱/۳۱ھ

Scanned by CamScanner